(۵۵)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ

آیات ۵۸-۵۹

(گزشتہ سے پیوستہ)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیرِ مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳، اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۳۷:۲ الاعراب

زیرِ مطالعہ دو آیات کو بلحاظ اعراب سات چھوٹے بڑے جملوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو سب آپس میں فائے عاطفہ یا واو عاطفہ کے ذریعے باہم ملا کر ایک مربوط لمبی عبارت بناتے ہیں جملوں کی الگ الگ تفصیل یوں ہے۔

(۱) واذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ

[وَ] یہاں عاطفہ بھی ہو سکتی ہے اور مستانفہ بھی (عطف اور استیناف کے فرق پر اس سے پہلے کئی جگہ بات ہوئی ہے) [اِذْ] ایک فعل محذوف (اذکر) کا ظرف ہے۔ یہ دونوں لفظ "وَاِذْ" گزشتہ آیات میں متعدد بار آچکے ہیں۔ اس کا ترجمہ "اور جب وقت / جب" ہے [قُلْنا] فعل ماضی جمع متکلم ہے جس میں ضمیر تعظیم (نحن) مستتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ [اُدْخُلُوا] فعل امر صیغہ جمع

مذکر حاضر ہے۔جس میں ضمیر فاعلین" انتم" بصورت" و" (واوالجمع)موجود ہے [ھذہ] اسم اشارہ اور [القریۃ] مشارٌالیہ ہے اور یہ پورا مرکب اشاری (ھذہ القریۃ)فعل "ادخلوا" کا مفعول بہ (لہٰذا) منصوب ہے۔علامتِ نصب "ھذہ" (اشارہ) میں تو مبنی ہونے کے باعث ظاہر نہیں مگر "القریۃ" (مشارٌالیہ) کی "ۃ" میں بصورت فتحہ (ـَ) موجود ہے۔اور یہ پورا جملہ (ادخلوا ھذہ القریۃ)فعل "قلنا" کا مقول (حکایۃ القول) ہونے کی بنا پر محلاً منصوب قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۲) فکلوا منها حَيْثُ شئتم رغدا:

[فَ] عاطفہ ہے جس سے فعل "کلوا" سابقہ فعل "ادخلوا" پر عطف ہے یعنی "ادخلوا فکلوا"۔

[کُلُوا] فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے جس میں ضمیر فاعلین "انتم" بصورت واوالجمع موجود ہے۔

[منها] جارّ (مِنْ) اور مجرور (ھا) مل کر متعلق فعل (کلوا) ہے "یعنی کھاؤ اس میں سے" [حَيْثُ] ظرف زمان مبنی علی الضم ہے یعنی اس کی (آخری) "ث" پر ہمیشہ ضمہ (ـُ) ہی رہتا ہے چاہے اس سے پہلے کوئی حرف جارّ (مثلاً "مِنْ) بھی آجائے۔تو "مِنْ حيثُ"...ہی رہے گا [شِئتم] فعل ماضی مع ضمیر فاعلین "انتم" جملہ فعلیہ ہے اور یہ "حیثُ" کا مضاف الیہ شمار ہوگا (ظرف عموماً مضاف ہوکر آتے ہیں)۔اس طرح (حیث شئتم) کا لفظی ترجمہ "تم نے چاہا کی جگہ" ہوگا اور مراد ہے "جس جگہ/جہاں سے تم چاہو" یا "جہاں سے تمہارا جی چاہے"۔[رغدًا] یا تو ایک فعل محذوف (مثلاً: رغد عیشُکم = (تمہارا سامان زندگی فراواں اور بکثرت ہوا)۔دیکھئے [۲:۲۵:۱(۸)] کا مفعول مطلق (لہٰذا) منصوب ہے (بمعنی بے روک ٹوک ہونا) اور یا مصدر بمعنی اسم الفاعل (راغدِینَ) ہوکر حال منصوب ہے۔(بمعنی بے روک ٹوک ہوتے ہوئے) اور اسی کا بامحاورہ ترجمہ "بے تکلفی سے، بے روک ٹوک اور خوب فراغت سے" کی صورت میں کیا گیا ہے۔یہ جملہ (۲) بھی سابقہ جملے (۱) کی طرح "قلنا" کا مقول (مفعول) ہے۔

(۳) وادخلوا الباب سُجَّدًا:

[وَ] برائے عطف ہے اور [ادخلوا] فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے جس میں ضمیر فاعلین "انتم" مستتر ہے۔[البابَ] فعل "ادخلوا" کا مفعول بہ (لہٰذا) منصوب ہے علامتِ نصب آخری "ب" کی فتحہ (ـَ) ہے۔دخل کا مفعول "فی" کے ساتھ مجرور ہوکر (محلاً منصوب) بھی آتا ہے اور ظرفیت کی بنا پر مفعول فیہ ہوکر منصوب بھی آتا ہے جیسے یہاں ہے اور اس صورت میں اسے منصوب بنزع

الخافض بھی کہتے ہیں۔ اس (ادخلوا الباب) کا لفظی ترجمہ تو بنتا ہے "تم داخل ہو جاؤ دروازے میں" اور مراد ہے "دروازے میں سے ہو کر (بستی میں) داخل ہو جاؤ" [سُجَّدًا] حال (لہٰذا) منصوب ہے۔ یعنی سجدہ کرنے والے ہوتے ہوئے "یا" سجدہ کرتے ہوئے" اور چونکہ سجدہ سے مطلوب عاجزی کا اظہار ہے اس لیے بعض نے اس کا ترجمہ "جھکے جھکے" اور "جھکے ہوئے کیا ہے۔ اور بعض نے اردو محاورے کا لحاظ رکھتے ہوئے اس پوری عبارت (وادخلوا الباب سجدًا) کا ترجمہ "اور داخل ہونا تو سجدہ (شکر کا) کرنا" سے کیا ہے اردو میں ایسے موقع پر مصدر بمعنی "امر" استعمال ہوتا ہے۔ یہ جملہ (۳) بھی "وَ" کے ذریعے سابقہ جملے پر عطف ہو کر ابتدائی "قلنا" کا مقول لہٰذا محلاً منصوب بنتا ہے۔

(۴) وقولوا حطةٌ نغفر لکم خطایاکم:

[وَ] عاطفہ ہے اور [قولوا] فعل امر مع ضمیر فاعلین "انتم" ہے۔ اور [حِطَّةٌ] اگر یہاں "حِطَّةً (منصوب) ہوتا تو "قولوا" کے مفعول (مقول) ہونے کے لحاظ سے (بلحاظ نحو) درست ہوتا۔ مگر اس کے یہاں مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گویا اس سے پہلے ایک مبتدا محذوف ہے یعنی "قولوا" سؤالنا حطةٌ" (یعنی یوں کہو ہمارا سوال "مغفرت" ہے)۔ فعل "قال" کے ساتھ اس کے مفعول (مقول) کے کبھی مرفوع اور کبھی منصوب آنے کی مثالیں قرآنِ کریم میں موجود ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ ایک ہی آیت میں دونوں مثالیں جمع ہو گئی ہیں۔ مثلاً "قالوا سلامًا قال سلامٌ" (ہود: ۶۹) اور "فقالوا سلامًا قال سلامٌ" (الذاریات: ۲۵) یعنی "انہوں نے "سلام" کیا اور اس نے (جواب میں) "سلام" کہا"۔ اس میں رفع والے "سلامٌ" کا مطلب یہ ہے کہ اس نے یہی لفظ اسی طرح جواب میں کہا۔ گویا "قالوا سلامًا" انگریزی کے indirect کی طرح ہے اور "قال: سلامٌ" direct کی شکل میں ہے۔ [نغفِرْ] فعل مضارع مجزوم ہے کیونکہ یہ فعلِ امر "قولوا" کا جوابِ امر ہے اور علامتِ جزم آخری "ر" کا سکون (ـْ) ہے۔ اس فعل میں ضمیرِ تعظیم "نحن" مستتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ (توہم بخش دیں گے) [لکم] جارّ (لِ جو ضمیر کے ساتھ مفتوح ہے) اور مجرور (کم) مل کر متعلق فعل "نغفر" ہے یا یہ (لکم) فعل "نغفر" کا مفعول ثانی (جس پر لام کا صلہ آتا ہے) ہونے کے باعث محلاً منصوب ہے یعنی "تم کو (یہاں "لکم" کا ترجمہ لفظی "تمہارے لیے" نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ اردو محاورے میں غیر مانوس ہے)۔—

[خطایاکم] مضاف (خطایا) اور مضاف الیہ (کُم) مل کر فعل "نغفِرْ" کا مفعول اول (جو چیز

معاف کر دی جائے) ہے اور اسی لیے منصوب ہے۔ علامتِ نصب ظاہر نہیں ہے کیونکہ "خطایا"
اسم مقصور ہے۔ منصوب (مفعول) ہونے کی وجہ سے یہاں "خطایاکم" کا ترجمہ "تمہاری خطاؤں کو"
تمہارے گناہوں کو' ہونا چاہیے مگر اردو میں دو مفعول آئیں تو "کو" صرف ایک کے ساتھ لگتا ہے
اس لیے "لکم" (تم کو) کے بعد یہاں اس کا بامحاورہ ترجمہ "تمہاری خطائیں، تمہارے گناہ، تمہارے
قصور" (بخش دیں گے) کی صورت میں کیا گیا ہے۔

۵ وسنزید المحسنین:

[وَ] استیناف کی ہے یعنی اس سے بعد کہی جانے والی بات بنی اسرائیل سے کہی جانے والے
سابقہ بات (جو "قلنا" سے شروع ہوئی تھی) کا حصہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنا ایک عام قانون
بیان فرمایا ہے جو سب کے لیے ہے۔ [سنزید] فعل مضارع صیغہ جمع متکلم ہے جس پر "س"
داخل ہوا ہے۔ اس میں بھی ضمیر تعظیم "نحن" مستتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ [المحسنین]
فعل "نزید" کا مفعول بہ (لہٰذا) منصوب ہے علامتِ نصب آخری نون سے پہلے والی یائے ما
قبل مکسور (ــِ ی) ہے جو جمع سالم مذکر اسم میں نصب اور جر کی علامت ہوتی ہے۔ یہاں اس فعل
(نزید) کا مفعول ثانی یا تمیز محذوف ہے یعنی "محسنین" کو کون سی چیز زیادہ دیں گے ؟ یا کس چیز
کے لحاظ سے بڑھائیں گے ؟ [دیکھئے فعل "زاد یزید" کے استعمال کی بحث البقرہ: ۱۰ [۲:۸:۱(۸)]
میں]۔ اس عبارت کے اجزاء کا الگ الگ ترجمہ ابھی اوپر حصۃ اللغۃ [۲:۳۷:۱(۸،۷)] میں
بیان ہو چکا ہے

۶ فبدّل الذین ظلموا قولاً غیرَ الذی قیل لھم:

[فَ] یہاں استیناف کی ہے کیونکہ اس کا عطف سابقہ "قلنا" کے مقول جملوں پر (بلحاظ معنی) نہیں
ہو سکتا۔ بلکہ یہاں سے ایک الگ مضمون شروع ہوتا ہے [بدّل] فعل ماضی معروف صیغہ واحد
غائب ہے [الذین] اسم موصول فعل "بدّل" کا فاعل (لہٰذا مرفوع) ہے مگر مبنی ہونے کے باعث
اس میں علامتِ رفع ظاہر نہیں ہے۔ اور [ظلموا] فعل ماضی مع ضمیر الفاعلین "ھم" جملہ فعلیہ بن
کر اسم موصول "الذین" کا صلہ ہے اور دراصل تو یہاں صلہ موصول مل کر (الذین ظلموا) فعل "بدّل"
کا فاعل ہے یعنی بدل دیا "ظالموں" نے [قولاً] فعل "بدل" کا مفعول (لہٰذا) منصوب ہے [غیرَ]
یہاں "قولاً" (نکرہ موصوفہ) کی صفت ہے اس لیے منصوب ہے علامتِ نصب "ر" کی فتحہ (ــَ) ہے
"غیر" کے بطور صفت استعمال کے لیے دیکھئے الفاتحہ: ۷ [۱:۶:۱(۴)]

"غیر" ہمیشہ مضاف ہوکر ہی استعمال ہوتا ہے اسی لیے یہاں یہ خفیف بھی ہے۔ اور [الذی] اسم موصول اس (غیر) کا مضاف الیہ (لہٰذا مجرور) ہے مگر مبنی ہونے کی وجہ سے علامتِ جر ظاہر نہیں ہے۔ [قِیل] فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب بمعنی "کیا گیا" (جس کا ترجمہ فعل کے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی بنا پر "حکم دیا گیا" کیا جاسکتا ہے) [لَھُمْ] جارّ (لِ) مجرور (ھم) مل کر فعل "قیل" سے متعلق ہیں (یعنی "ان کو") کہا گیا اور یہ جملہ (قیل لھم) "الذی" (جو "غیر" کے بعد ہے) یعنی موصول کا صلہ ہے اور صلہ موصول مل کر (الذی قیل لھم) "غیر" کا مضاف الیہ ہے لہٰذا اسے محلاً مجرور بھی کہہ سکتے ہیں اور یہ سب (غیر الذی قیل لھم) مل کر "قولاً" کی صفت ہے جو "بدّل" کا مفعول تھا۔

یہاں فعل "بدّل" کا دوسرا مفعول محذوف (غیر مذکور) ہے یعنی جس کی بجائے "یہ بات" بدل لی تھی۔ یہ مفعول (ثانی) عموماً "بِ" کے صلہ کے ساتھ آتا ہے لہٰذا یہاں تقدیر عبارت یوں (understood) بنتی ہے: "فبدل الذین ظلموا (بالذی قیل لھم) قولاً غیر الذی قیل لھم۔ یعنی "ظالموں نے (جو بات ان کو کہی گئی تھی اس کی بجائے / (اس کے خلاف) ایک اور بات (عبارت) بدل دی۔ جو اس سے جو ان کو کہی گئی تھی کے خلاف / سے الگ / کے سوا تھی۔ اور چونکہ یہاں "بدّل" بلحاظ موقع و معنی "قال" ہی ہے (کیونکہ بات ہی تو بدل دی تھی) اس لیے تقدیر عبارت (دوسرے لفظوں میں) یوں بھی بن سکتی ہے کہ "قال الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لھم۔ بلحاظ ترکیب نحوی ان دو مقدر عبارتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض مترجمین نے وضاحتی ترجمہ یوں کیا ہے (۱) "اس لفظ (بات) کو جس کا حکم ان کو دیا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ ایک اور لفظ کہنا شروع کر دیا" (۲) "جس کا حکم دیا گیا (وہ نہ کہی بلکہ) اس کے سوا / کی بجائے کچھ اور کہنے لگے"۔ ان دو ترجموں میں "کہنا شروع کر دیا" اور "کہنے لگے" اسی مقدر عبارت (قال کے ساتھ) کا ترجمہ ہے۔

⑤ فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون

[ف] عاطفہ تعلیلیہ (بمعنی "اس لیے، تو پھر") ہے [انزلنا] فعل ماضی معروف مع ضمیر تعظیم "نحن" ہے [علی الذین ظلموا] میں "علی" حرف الجر" اور "الذین" اسم موصول مجرور بالجر ہے "ظلموا" فعل ماضی مع ضمیر الفاعلین جملہ فعلیہ بن کر اس "الذین" کا صلہ ہے اور یہ سارا مرکب جاری (علی الذین ظلموا = ان پر جنہوں نے ظلم کیا یعنی ظالموں پر) فعل "انزلنا" سے متعلق ہے اور یہاں یہ متعلق

فعل (مرکب) مفعول سے (جو آگے آرہا ہے) مقدم (پہلے) آیا ہے جس سے اس میں "ظالموں ہی پر" کا مفہوم پیدا ہوا ہے [رجزًا] اس فعل (انزلنا) کا مفعول بہ (لہٰذا) منصوب ہے علامتِ نصب اس کے آخر پر تنوینِ نصب (ـً) ہے۔ [من السماء] جار (مِنْ) اور مجرور (السماءِ) مل کر یا تو فعل "انزلنا" سے (ہی) متعلق ہے۔ اور چاہیں تو اسے "رِجزًا" کی صفت یا حال بھی کہہ سکتے ہیں یعنی "ایسا "رجز" (عذاب) جو کہ آسمان سے تھا" (یا جس کی حالت یہ تھی کہ آسمان سے آیا) تینوں صورتوں میں (متعلق فعل ہو یا صفت یا حال) "مِنْ" بیانیہ یعنی وضاحت اور بیان کے لیے ہے۔ اس حصۂ عبارت کی عام سادہ نثر یوں ہوتی "فانزلنا رجزا من السماء علی الذین ظلموا" اس میں "علی الذین ظلموا" کی تقدیم (مفعول پر) سے ادبی حسن بھی پیدا ہوا ہے اور مفہوم میں نکتہ تاکید بھی آگیا ہے۔ "یعنی ظالموں پر ہی" عذاب آیا۔

[بما] میں "باء" (ب) سببیہ (بمعنی ... کے سبب سے کی وجہ سے) اور "ما" موصولہ (بمعنی جو کہ) ہے یعنی "بسبب اس کے جو کہ"۔ [کانوا] فعل ناقص صیغہ ماضی اپنے اسم (ھُم) سمیت ہے اور [یفسقون] فعل مضارع مع ضمیر الفاعلین "ھم" جملہ فعلیہ بن کر "کانوا" کی خبر (لہٰذا محلاً منصوب) ہے یعنی "کانوا فاسقین" کے معنی میں ہے۔ اور چاہیں تو "کانوا یفسقون" کو اکٹھا فعل ماضی استمراری کا صیغہ سمجھ لیں اور "مَا" کو مصدریہ سمجھ لیں تو تقدیر عبارت "بکَوْنِھم فاسقین" (ان کے فاسق ہونے کی وجہ سے) یا "بفِسقِھم" (ان کے فسق/نافرمانی کی وجہ سے) بھی ہو سکتی ہے۔ اور ان مصدری معنی کو سامنے رکھتے ہوئے ہی بیشتر اردو مترجمین نے "بما کانوا یفسقون" (بسبب اس کے جو کہ وہ نافرمانی کرتے تھے) کا ترجمہ "ان کی بے حکمی پر، ان کی عدول حکمی پر، ان کی نافرمانی (کی سزا میں)، نافرمانی پر"۔ اور بدلہ ان کی نافرمانی کا" کی صورت میں کیا ہے اگرچہ بعض نے اصل جملے (کانوا یفسقون) کے مطابق "خلاف حکم کرتے تھے، نافرمانیاں کیے جاتے تھے، نافرمانی کرتے رہتے تھے" کی صورت میں بھی ترجمہ کیا ہے۔

۲:۳۷:۳ الرسم

زیرِ مطالعہ دو آیات کے تمام کلمات کا رسم املائی اور رسم عثمانی یکساں ہے۔ صرف ایک کلمہ "خطایاکم" کا رسم عام املاء سے مختلف اور وضاحت طلب ہے۔

لفظ "خطایا" مختلف ضمیروں کے ساتھ مضاف ہو کر قرآن کریم میں پانچ جگہ آیا ہے دو جگہ "خطایاکم" دو جگہ "خطایانا" اور ایک جگہ "خطایاھم" ہے۔ قرآن کریم میں رسم عثمانی کے

مطابق ان کلمات کو ہر جگہ دو الف محذوف کر کے لکھا جاتا ہے ("طاء" کے بعد والا الف اور "یاء" کے بعد والا الف) یعنی ان کو بصورت "خطیکم" "خطینا" اور "خطیھم" ہی لکھا جاتا ہے۔ اور یہ متفق علیہ رسم ہے اور اگرچہ علم الرسم کی بعض کتابوں میں صرف "طاء" کے بعد والے الف کے اثبات کا ذکر کیا گیا ہے (یعنی بصورت "خطایکم، خطاینا اور خطایھم" لکھنا) تاہم یہ قول شاذ ہے[۱] اور عملاً کہیں بھی اس طرح لکھا نہیں جاتا۔ (اگرچہ ترکی اور ایران کے مصاحف میں ان کلمات کو رسم املائی کی صورت میں (خطایاکم، خطایانا، خطایاھم) لکھنے کی غلطی عام ہے مگر صرف ایک الف (بعد الیاء) کے حذف کے ساتھ یہ کہیں بھی نہیں لکھے جاتے) برصغیر اور عرب اور افریقی ممالک کے مصاحف میں ہر جگہ یہ دونوں الف (بعد الطاء و بعد الیاء) کے حذف کے ساتھ ہی لکھے جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ "خطایا" چونکہ دراصل "خطای" تھا اس لیے قیاس تو یہ چاہتا تھا کہ اسے ضمیر متصل کے ساتھ لکھتے وقت اس کی آخری "یاء" کے لیے بھی ایک "دندانہ" لکھا جاتا یعنی "خطیکم" (مثل "مولٰکم") مگر رسم عثمانی میں عموماً ایک ہی حرف کو ساتھ ساتھ دو دفعہ لکھنے سے اجتناب کیا گیا ہے[۲] (ماسوائے چند خاص کلمات کے استثناء کے جن کا ذکر اپنی جگہ آئے گا)۔ اس لیے ان کلمات ثلاثہ کو "خطیکم، خطینا اور خطیھم" ہی کی شکل میں لکھا جاتا ہے پھر بذریعہ ضبط "ط" اور "ی" کے بعد والے محذوف الفوں کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

۲ : ۳۷ : ۴ الضبط

زیر مطالعہ آیات کے کلمات میں ضبط کے تنوع کو درج ذیل مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ نونِ مکتوبی اور تنوین کے نونِ ملفوظی کے اخفاء اور اظہار کے لیے ضبط کا فرق قابلِ توجہ ہے۔ مثلاً "منھا" اور "فانزلنا" میں "ن" کے ضبط کا اور "رغدًا" اور "قولاً" کی تنوین کا فرق غور طلب ہے۔

وَاذْ ، إِذ ، إِذْ / قُلْنَا ، قُلْنَا ، قُلْنَا / ادْخُلُوا ، ادْخُلُوا ، اُدْخُلُوا / هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ، هَذِهِ الْقَرْيَةَ ، هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ /

---

۱ دیکھئے نثر المرجان ج ۱ ص ۱۵۰

۲ سمیر الطالبین (للضباع) ص ۶۴

فَكُلُوا، فَكُلُوا، فَكُلُوا/مِنْهَا، مِنْهَا، مِنْهَا/حَيْثُ،
حَيْثُ/شِئْتُمْ، شِئْتُمْ/ رَغَدًا، رَغَدًا/وَادْخُلُوا
(مثل سابق)/ الْبَابَ، الْبَابَ، الْبَابَ، الْبَابَ/سُجَّدًا،
سُجَّدًا، سُجَّدًا/ وَقُولُوا، وَقُولُوا، وَقُولُوا/حِطَّةٌ،
حِطَّةٌ، حِطَّةٌ/ نَغْفِرْ، نَغْفِرْ/لَكُمْ، لَكُمْ/خَطَايَاكُمْ،
خَطَايَاكُمْ، خَطَايَاكُمْ/ وَسَنَزِيدُ، سَنَزِيدُ، سَنَزِيدُ/
الْمُحْسِنِينَ، الْمُحْسِنِينَ، الْمُحْسِنِينَ، الْمُحْسِنِينَ/
فَبَدَّلَ، فَبَدَّلَ/ الَّذِينَ، الَّذِينَ، الَّذِينَ، الَّذِينَ/ظَلَمُوا، ظَلَمُوا/
قَوْلًا، قَوْلًا، قَوْلًا/ غَيْرَ، غَيْرَ/الَّذِي، الَّذِي، الَّذِي، الَّذِي/
قِيلَ، قِيلَ، قِيلَ، قِيلَ/ لَهُمْ/ فَأَنْزَلْنَا، فَأَنْزَلْنَا، فَأَنْزَلْنَا،
فَأَنْزَلْنَا/عَلَى الَّذِينَ (مثل سابق) ظَلَمُوا (مثل سابق)/رِجْزًا، رِجْزًا/
مِنَ، مِنَ/ السَّمَاءِ، السَّمَاءِ، السَّمَاءِ، السَّمَاءِ/ بِمَا، بِمَا،
بِمَا/ كَانُوا، كَانُوا، كَانُوا، كَانُوا/يَفْسُقُونَ، يَفْسُقُونَ،
يَفْسُقُونَ۔